سوال

(497)قراءت سبعہ کا ثبوت

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ہمارے بعض مدارس میں سبعہ یا عشرہ قراءت کا اہتمام کیا جاتا ہے، جبکہ بعض علما سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قراءت کا حصہ نہیں ہیں، کیونکہ ان کا ثبوت حد تواتر کو نہیں پہنچتا، قرآن کریم تواتر سے ہم تک پہنچا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس پرفتن دور میں جہاں آزادی تحقیق کے نام سے صحیح احادیث کا انکار بلکہ استخفاف کیا جاتا ہے، وہاں قراءت متواترہ کو بھی تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاں برصغیر میں قرآن کریم کی جو روایت پڑھی پڑھائی جاتی ہے وہ قراءت متواترکا ہی ایک حصہ ہے۔ اسے تسلیم کرنا اور باقی قراءت کا انکار کرنا علم وعقل سے کور ذوقی کی بدترین مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی زبان مختلف علاقوں اور قبیلوں میں استعمال ہو تو اس کے بعض الفاظ کے استعمال میں اتنا فرق آجاتا ہے، کہ ایک قبیلہ والا دوسرے قبیلے والوں کے لب ولہجہ اوران کے ہاں مستعمل الفاظ کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ نزول قرآن کے وقت عربی زبان قریش، ہذیل، تمیم، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر جیسے بڑے بڑے قبیلوں میں بولی جاتی تھی۔ لیکن بعض قبائل عربی الفاظ اوران کے موارد استعمال کے سمجھنے سے قاصر رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کرتے ہوئے قرآن کریم کو سات حروف میں نازل فرمایا ہے۔ تاکہ قرآن کریم کے اول مخاطبین تکلف کا شکار نہ ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ’’قرآن کریم سات حروف میں نازل کیا گیا ہے، لہٰذا جو حرف تمہیں آسان معلوم ہو اس کے مطابق اس کی تلاوت کرو۔‘‘ [صحیح بخاری، فضائل القرآن : ۴۹۹۲]

یہ حدیث محدثین کے ہاں ’’سبعہ احرف‘‘ کے نام سے مشہور ہے اور ائمہ حدیث نے اسے اپنی تالیف میں ذکر کرکے متواتر کا درجہ دیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابی داود، موطا امام مالک، مسند امام احمد، سنن بیہقی، مستدرک حاکم اور مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بائیس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں جن میں عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابوہریرہ، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عباس، حذیفہ بن یمان، انس بن مالک، عبدالرحمن بن عوف، عبادہ بن صامت، ابوطلحہ انصاری، سمرہ بن جندب، عمرو بن العاص، ہشام بن حکیم، سلیمان بن حرد، ابوجہم انصاری اور ام ایوب انصاریہ (رضی اللہ عنہم) پیش پیش ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بے شمار تابعین اوران گنت ائمہ حدیث نے متعدد اسانید کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حدیث میں بیان شدہ سبعہ احرف کے متعلق بہت اختلاف ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے علما کے چالیس اقوال کا ذکر کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس متواتر حدیث کے کسی

طریق میں کوئی بھی ایسی صریح عبارت موجود نہیں ہے ۔ جو سبعہ احرف کی مراد کو متعین کردے ۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے وقت کسی بات کی وضاحت کو مؤخر نہیں کرتے ۔ احادیث میں سبعہ احرف کی وضاحت نہ ہونے کی صرف یہ وجہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے نزدیک سبعہ احرف کا مفہوم اس قدر واضح تھا کہ کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ اس مفہوم کو سمجھنے کےلئے کسی کے محتاج تھے ۔ اگر ان کے ذہن میں کوئی اشکال پیدا ہوتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عقد کو حل کرنے کی کوشش کرتے ۔ حالانکہ یہ حضرات قرآن کے متعلق اس قدر حساس تھے کہ سبعہ احرف سے متعلق اگر کسی نے کسی دوسرے قاری سے مختلف انداز پر قراءت سنی تو قرآن کریم میں اختلاف واضطراب کے واقع ہوجانے کے خوف سے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرمایا، جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات میں ہے کہ وہ خود اپنی سرگزشت بایں الفاظ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا ، میں نے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ متعدد الفاظ اس طرح تلاوت کررہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں سکھائے تھے ۔ چنانچہ حضرت ہشام کو نماز ہی میں روک لینے پر تیار ہوگیا لیکن میں نے بمشکل اپنے آپ کو اس اقدام سے روکے رکھا ، جونہی انہوں نے سلام پھیرا تو میں انہیں ان کے کپڑوں سے کھینچتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے چلا ، اس اثنا میں سوال کیا کہ آپ کو یہ سورت اس انداز پر پڑھنے کی کس نے تعلیم دی ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت اس طریقہ سے نہیں پڑھائی ، جس پر میں نے تجھے تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے ، چنانچہ میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے چلا ، وہاں پہنچ کر میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اسے سورۂ فرقان ایسے طریقہ پر پڑھتے سنا ہے کہ آپ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھائی ہے ، آپ نے فرمایا کہ ''ہشام کو چھوڑ دو۔'' میں نے اسے چھوڑا تو آپ نے فرمایا : ''ہشام تم پڑھو۔'' تب ہشام نے اسی طرح تلاوت کی جس طرح میں نے اسے پڑھتے ہوئے سنا تھا ، آپ نے فرمایا : ''یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے ۔'' پھر آپ نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا تو میں نے اسی انداز سے اسے تلاوت کیا ، جیساکہ آپ نے مجھے پڑھائی تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ ''اسی طرح بھی نازل کی گئی ہے ۔'' پھر آپ نے فرمایا : ''یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے ، لہٰذا جو حروف تمہیں آسان معلوم ہوں اس پر قرآن کی تلاوت کرو۔'' [صحیح بخاری ، فضائل القرآن : ۵۰۴۱]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ایک تو یہ تمام وجوہ قراءت منزل من اللہ ہیں ۔ دوسرے یہ کہ ان وجوہ کا اختلاف تناقص وتضاد کا نہیں بلکہ تنوع اور زیادتی معنی کی قسم سے ہے ۔ اس تنوع کے بے شمار فوائد ہیں جو فن توجیہ القراءات میں بیان ہوئے ہیں اوراس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو مرتبہ دور کیا ، اس موقع پر بہت سی قراءت منسوخ کردی گئیں اور چند قراءتیں باقی رکھی گئی ہیں ۔ جو اب تک متواتر چلی آرہی ہیں ۔ ان کےلئے اولین شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ذریعے سے ثابت ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ مصاحف عثمانی کے رسم کے مطابق ہوں ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میںجب سرکاری طور پر قرآن پاک کے نسخے تیار کرائے تو ان کےلئے ایسا رسم الخط تجویز کیا گیا کہ قراءتیں اس رسم الخط میں سماگئیں اور جو قراءت رسم الخط میں نہ آسکتی تھیں ، ان کو محفوظ رکھنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ایک نسخہ ایک قراءت کے مطابق اور دوسرا دوسری کے مطابق تحریر کیا ۔ اس طرح سات نسخے تیار کئے گئے جو مکہ معظمہ ، مدینہ منورہ ، یمن ، بحرین ، بصرہ اور شام بھیجے اور ان کے ساتھ قرّاء حضرات بھی روانہ کئے ۔ تاکہ صحیح طریقے سے لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں ۔ چنانچہ یہ قرّاء حضرات مختلف علاقوں میں پہنچے اور ہر ایک نے اپنی اپنی قراءت کے مطابق پڑھانا شروع کردیا اور یہی قراءتیں لوگوں میں مشہور ہوگئیں ۔ علمائے امت نے ان قراءت کو یاد کرنے کا اس قدر اہتمام کیا کہ ''علم قراءت'' ایک مستقل فن کی شکل اختیار کرگیا ۔ بہرحال متواتر قراءت وحی کا حصہ ہے ۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے ۔ [واللہ اعلم]

نوٹ : بتدوین قرآن کے وقت عربی کتابت نقاط وحرکات سے خالی ہوتی تھی ۔ اس لئے ایک ہی نقش میں مختلف قراءت کے سماجانے کی گنجائش تھی ۔ لوگوں کی سہولت کےلئے جب حروف پر نقاط وحرکات لگیں تو قرآن مجید بھی علیحدہ علیحدہ قراءت میں شائع ہونے لگے ۔ چنانچہ ہمارے ہاں برصغیر میں قراءت امام عاصم بروایت حفص رائج ہے ، اسی طرح مغرب ، الجزائر ، اندلس اور شمالی افریقہ میں قراءت امام نافع بروایت ورش عام ہے اور اسی کے مطابق قرآن مجید کی اشاعت ہوئی ہے ۔ چنانچہ راقم نے مدینہ منورہ میں دوران تعلیم قراءت نافع بروایت قالون اور بروایت ورش دونوں الگ الگ مصاحف دیکھے تھے ۔ نیز قراءت امام کسائی کا مصحف بھی نظر سے گزرا تھا ، یہ وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ ہمارے ہاں روایت حفص پر مشتمل مصاحف ہی دستیاب ہیں ۔ اس لئے اسے قرآن کے مترادف خیال کیا جاتا ہے اور اس بنیاد پر دوسری متواتر قراءت کا انکار کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت حال اس

کے بر عکس ہے۔

تدوین قرآن کے وقت عربی کتابت نقاط وحرکات سے خالی ہوتی تھی ۔ اس لئے ایک ہی نقش میں مختلف قراء ت کے سما جانے کی گنجائش تھی ۔ لوگوں کی سہولت کے لئے جب حروف پر نقاط وحرکات لگیں توقرآن مجید بھی علیحدہ علیحدہ قراء ت میں شائع ہونے لگے ۔ چنانچہ ہمارے ہاں برصغیر میں قراء ت امام عاصم بروایت حفص رائج ہے ،اسی طرح مغرب ، الجزائر ،اندلس اور شمالی افریقہ میں قراء ت امام نافع بروایت ورش عام ہے اوراسی کے مطابق قرآن مجید کی اشاعت ہوئی ہے ۔چنانچہ راقم نے مدینہ منورہ میں دوران تعلیم قراء ت نافع بروایت قالون اوربروایت ورش دونوں الگ الگ مصاحف دیکھے تھے ۔ نیز قراء ت امام کسائی کا مصحف بھی نظر سے گزرا تھا ، یہ وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ ہمارے ہاں روایت حفص پر مشتمل مصاحف ہی دستیاب ہیں ۔ اس لئے اسے قرآن کے مترادف خیال کیا جاتا ہے اوراس بنیاد پر دوسری متواتر قراء ت کا انکار کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت حال اس کے بر عکس ہے ۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:2 صفحہ:493